اقوال زرّیں

حضرت سلیمانؑ

□ بہترین خیرات تعلیم ہے □ عمدہ تعلیم سب سے اچھا زیور ہے □ عقل مند، علم دوست اور کم گو ہوتا ہے اور احمق بھی جب تک خاموش رہتا ہے عقلمند شمار ہوتا ہے □ علم اور خوف خدا سے عزت ملتی ہے □ وہ شخص جو اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے کامیاب نہ ہوگا مگر جو گناہ کا اقرار کرکے اسے چھوڑ کر توبہ کرتا ہے اس پر رحمت ہوگی □ کسی شخص کا تعلیم یافتہ ہونا اس کی بہترین مالیت ہے □ جھگڑے کو تیز ہوجانے سے پہلے اسے چھوڑ دو □ تیرے ماں باپ نے جو قدیم حدود باندھی ہیں ان کو مت سرکاؤ □ میٹھے بول غصے کو رفع کرتے ہیں۔

”آپریشن الاقصیٰ“ کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

ڈاکٹر محمد ضیاء اللہ

منظر نامہ

ارض مقدس فلسطین جس کو سرزمینِ انبیاء کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور جہاں وہ مسجد اقصیٰ واقع ہے جس کو مسلمانوں کا قبلۂ اولیٰ ہونے کا شرف اور معراج کے موقع پر تمام انبیاء کا آخری نبی کے پیچھے نماز ادا کرنے کے لئے مصلیٰ ہونے کا امتیاز حاصل ہے وہ سرزمین گزشتہ 8 دہائیوں سے ایک ایسی قوم کے ناجائز قبضہ میں موجود ہے جو خدا کے پیغام سے واضح روگردانی اور انبیاء کے ساتھ بدسلوکی بلکہ ان کے قتل کے جرائم میں ملوث ہونے کی بناء پر مبغوض اور راندۂ درگاہ قرار پا چکی ہے۔ اسی مبغوض قوم سے اس ارض مقدس کو آزاد کروانے کی خاطر وہاں کی مزاحمت پسند تنظیمیں سرگرم عمل ہیں کیونکہ ان کا پختہ عقیدہ ہے کہ فتح و کامرانی آخرکار ان کے حصہ میں آئے گی۔ ان مزاحمت کاروں میں سب سے ممتاز جماعت کا نام ’اسلامی تحریک مقاومت‘ ہے جس کو مخفف طور پر ’حماس‘ کہا جاتا ہے، لیکن یہ فلسطین کی اکلوتی جماعت نہیں ہے جو فلسطین کی آزادی کے لئے اپنی قربانیاں پیش کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی جماعتیں مثلاً ’حرکۃ الجہاد الاسلامی‘ وغیرہ ہیں جو اس مقصد میں شامل اور باہم متحد ہوکر اپنی آزادی کے لئے کوشاں ہیں۔ 7 اکتوبر 2023 کو اسرائیل کے خلاف جو ’آپریشن الاقصیٰ‘ انجام دیا گیا تھا اور جس کے نتیجہ میں آج تک اہل فلسطین بالخصوص اہالیان غزہ ورفح صہیونی بربریت کے نشانہ پر ہیں اس آپریشن میں ’حماس‘ کی مسلح ونگ ’القسام‘ اور ’حرکۃ الجہاد الاسلامی‘ نے بنیادی طور پر حصہ لیا تھا۔ حماس کی مسلح جماعت کا یہ اقدام درست تھا یا نادرست اس پر آج تک بحث جاری ہے۔ خود فلسطین کے اندر موجود ’فتح‘ یا ’پی ایل او‘ جیسی جماعتوں کا ماننا ہے کہ حماس کا یہ آپریشن درست نہیں تھا کیونکہ اس کے نتائج کو پیش نظر نہیں رکھا گیا اور یہی وجہ ہے کہ اب تک 37 ہزار سے زائد فلسطینی شہید ہو چکے ہیں اور 80 ہزار سے زیادہ لوگ زخمی ہیں جن کے علاج کے لئے نہ اسپتال مہیا ہیں اور نہ دوائیں۔ یہاں تک کہ ہر قسم کی امداد پر اسرائیل نے روک لگا رکھی ہے جس کے نتیجہ میں اہل فلسطین بھوک و پیاس اور بچے نقص تغذیہ کی وجہ سے بھی فوت ہو رہے ہیں۔ ویسے بھی شہداء اور زخمیوں میں زیادہ بڑی تعداد بچوں اور خواتین کی ہی ہے۔ ’آپریشن الاقصیٰ‘ کے نتیجہ میں چونکہ فلسطینیوں کو اتنی بھاری قیمت چکانی پڑ رہی ہے اس لئے ’فتح‘ اور اس کی ہمنوا تنظیمیں ’حماس‘ اور ’الجہاد الاسلامی‘ کے ذریعہ 7 اکتوبر کو اسرائیل کے خلاف کئے گئے ’آپریشن الاقصیٰ‘ کو غیر مناسب اور غیر ضروری قرار دیتے ہیں۔ شاید مسلم دنیا میں بھی مسلمان عوام و خواص میں ایسا ایک طبقہ موجود ہوگا جو اس ’آپریشن‘ کو غیر ضروری قرار دیتے ہوئے اس کی حمایت نہ کرتے ہوں، لیکن کیا ایسا سوچنا حقیقت حال کے مطابق ہے؟ کیا ’حماس‘ اور ’القسام‘ کی قیادت کو اس کا اندازہ نہیں تھا کہ اسرائیل کا ردعمل بہت بھیانک ہوگا اور اس کی بڑی قیمت چکانی پڑ سکتی ہے؟ انہیں یقیناً اس بات کا پورا پورا اندازہ تھا۔ تو اب سوال یہ اٹھتا ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر ایسا قدم کیوں اٹھایا جس کے بھیانک انجام تک سے وہ واقف تھے؟ اس کا جواب معلوم کرنے کے لئے ایک عام قاری کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اس ’آپریشن‘ سے قبل اہل فلسطین کس قسم کی زندگی گزار رہے تھے یا مسئلہ فلسطین کی کیا حیثیت رہ گئی تھی اس کو گہرائی سے سمجھیں۔ اسرائیل کا رویہ اتنے برسوں میں اہل فلسطین کے ساتھ کیسا تھا؟ خود فلسطین کی وہ جماعتیں جو آج ’حماس‘ اور ’الجہاد الاسلامی‘ کو لعن طعن کر رہی ہیں کیا ان کی پالیسیاں فلسطین کے حق میں مفید ثابت ہوئی ہیں؟ جو شخص مسئلہ فلسطین کے ان تمام پہلوؤں سے واقف ہوگا وہ یہ بھی جانتا ہوگا کہ اسرائیل کا رویہ پوری مدت میں صرف غرور و ہٹ دھرمی کا رہا ہے اور اس کی تمام تر توجہات مسئلہ فلسطین کو جڑ سے ختم کر دینے پر مرکوز رہی ہیں۔ ’آپریشن الاقصیٰ‘ کے ذریعہ فلسطینی مزاحمت کاروں نے جو مقاصد حاصل کئے ہیں ان میں یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں کہ ایک طرف تو انہوں نے صہیونی غرور کو توڑا ہے اور دوسری طرف مسئلہ فلسطین کو ازسرنو زندہ کرکے اسے عالمی نقشہ پر پوری قوت کے ساتھ ڈال دیا ہے۔

’آپریشن الاقصیٰ‘ نے یہ ثابت کیا ہے کہ اسرائیل جن وسائل پر اپنی سلامتی کے لئے انحصار کرتا تھا اور ان پر وہ نازاں بھی تھا ان وسائل کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ ناجائز صہیونی ریاست کو امن وسلامتی مہیا کرا سکے۔ انہی وسائل دفاع و نگرانی کی بدولت اسرائیل مسلسل فلسطینی زمینوں پر قابض ہوتا رہا تھا اور ان پر ناجائز یہودی بستیاں بنا کر اہل فلسطین کو ان کی زمینوں سے محروم کرتا رہتا تھا۔ لیکن فلسطینی مزاحمت کاروں نے اس بات کا ثبوت پیش کر دیا کہ صہیونیوں کے لئے ہمیشہ یہ راستہ اتنا آسان نہیں ہوگا اور جب تک مسلح جماعتیں اپنی زمین و تاریخ کی حفاظت کے لئے کمربستہ رہیں گی تب تک اسرائیل کے مقاصد پورے نہیں ہو سکتے۔ اگر گزشتہ 8 دہائیوں کی اسرائیلی حرکتوں کا جائزہ لیا جائے تو سوائے اس کے کوئی دوسرا پہلو سامنے نہیں آتا کہ اسرائیل نہایت مغرور ہو چکا تھا اور اس کے غرور کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ اسرائیل کے ناجائز قبضہ کے خلاف جہاد و نضال کے لئے کوئی جماعت نہ کھڑی ہو پائے۔ تمام قسم کے آلات حرب و ضرب سے لیس صہیونی ریاست کے دل میں یہ خوف ہر وقت چٹکی لیتا رہتا تھا کہ کہیں کوئی ایسی طاقت جنم نہ لے جو اس کی قوت سے بے خوف ہوکر اس کے وجود کو چیلنج کرنے کے لئے سامنے آجائے۔ اسرائیل کا یہ خوف ہی اس کی سب سے بڑی کمزوری رہا ہے۔ اسی لئے جب 7 اکتوبر کا آپریشن عمل میں آیا تو اسرائیل کا پورا وجود لرز اٹھا کیونکہ اس آپریشن نے صہیونی سلامتی کی دیوار میں اتنا بڑا سوراخ پیدا کر دیا کہ وہاں سے اس کی بے سلامتی کے سارے راستے کھل جاتے ہیں۔ اسرائیل کے اس غرور کی گرچہ بہت بڑی قیمت اہل فلسطین نے چکائی ہے اور اب تک چکا رہے ہیں لیکن اسرائیل انہیں اس بات پر مجبور کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے کہ وہ قومی آزادی کی راہ میں نضال و جہاد کا راستہ ترک کر دیں۔ اسرائیل کو اپنی قوت کا جو زعم تھا وہ اس کے لئے کافی فریب کن ثابت ہوا ہے کیونکہ ایک طرف تو وہ فلسطینیوں کے دل و دماغ سے ہر قیمت پر حصول آزادی کا شعور نہیں مٹا سکے اور دوسری طرف اپنی قوت کے بل پر اسرائیل جو ریاست فلسطین کے قیام کے بغیر ہی اس خطہ میں ایک فطری ریاست بننے کا خواب دیکھ رہا تھا وہ بھی چکنا چور ہوگیا۔ یہ اسرائیلی غرور ہی کا نتیجہ تھا کہ اہل فلسطین کے سامنے کوئی دوسرا چارہ کار نہیں رہا اور مجبوراً انہیں اس راستہ کو اختیار کرنا پڑا جس پر چلنے کی قیمت بہت مہنگی ہے، لیکن قضیۂ فلسطین تاریخ کے جن پرخم راستوں سے ہوکر گزرا ہے ان میں اہل فلسطین ایسی قیمتوں کی ادائیگی کے عادی ہو چکے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے جب بھی کبھی امن و سلامتی کے راستے سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہا انہیں بس مایوسی و ناکامی کا ہی سامنا کرنا پڑا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ پی ایل او نے امن وسلامتی کے راستہ ہی سے مسئلہ فلسطین کا حل نکالنا چاہا تھا لیکن اسرائیل نے فلسطینیوں کے اس قدم کو ہی اپنی سب سے بڑی طاقت میں تبدیل کر لیا اور ارض فلسطین پر اپنے ناجائز قبضہ کو مزید طویل کرنے کے لئے استعمال کیا۔ 1993 کے اوسلو معاہدہ اور اس کے مابعد کی تاریخ کو اسی تناظر میں دیکھنا چاہئے۔ فلسطینیوں نے اوسلو سے یہ تلخ تجربہ حاصل کیا کہ اسرائیل کو امن وسلامتی میں کوئی دلچسپی نہیں ہے بلکہ جب بھی کبھی اہل فلسطین کی جانب سے ایسی کوئی سنجیدہ کوشش کی گئی اس کے معاً بعد ہی اسرائیل نے فلسطینی جماعتوں اور قیادتوں کے درمیان انتشار کو بڑھاوا دینے، اپنی آبادکاری کی اسکیم کو وسیع تر بنانے اور فلسطین پر اپنے قبضہ کے دائرہ کو وسعت دینے پر توجہ مرکوز کر دی۔ اس کے علاوہ جن جماعتوں نے اسرائیل کے ساتھ مصالحت اور امن وسلامتی کا ہاتھ بڑھایا ان کو اس قدر بے قیمت اور بے جان بنا دیا کہ آخرکار وہ خود اسرائیلی آبادکاری کے لئے آلہ اور ذریعہ بن گئیں۔ گویا یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلسطین کی آزادی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ فلسطینی جماعتوں اور تنظیموں کا آپسی انتشار نہیں بلکہ خود اسرائیل کی اپنی مذموم حرکت رہی ہے۔ مغربی طاقتیں اسرائیل کی اس حرکت پر پردہ ڈالتی رہی ہیں اور اسرائیل کے غرور کو بڑھاوا دیتی رہتی ہیں اور بلاوجہ ہی مزاحمت کاروں کو 7 اکتوبر کے لئے ذمہ دار قرار دینے کی ضد پر اڑی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مغرب کے اس رویہ کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ خود ہی اسرائیل کے غرور کو تحفظ فراہم کرتا رہا ہے۔ مغرب کو معلوم ہے کہ اگر وہ اسرائیل کو اس کے غرور کی چھت سے نیچے اتارنے کی کوشش کرے گا تو خود اس کا جرم پوری دنیا کے سامنے آشکارہ ہوجائے گا اور اسی لئے وہ اسرائیل کے بجائے مزاحمتی تحریکوں کو موردالزام ٹھہراتا ہے تاکہ دنیا کی توجہ اس کے داغ دار کردار پر نہ پڑے۔ ’آپریشن الاقصیٰ‘ کے مابعد کے واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسرائیلی غرور ہی کی وجہ سے جنگ کی مدت طویل ہو رہی ہے اور امن وسلامتی کا راستہ مسدود نظر آتا ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی فلسطینیوں کا ایک بڑا طبقہ اس بات کا قائل بھی ہوا ہے کہ اگر وہ اپنے قضیہ کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو مزاحمت ان کے لئے آپشن نہیں بلکہ ایک ضرورت ہے۔ ’آپریشن الاقصیٰ‘ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس کی وجہ سے یہ بات مسلم ہوگئی کہ جب تک فلسطینیوں کو ان کی اپنی آزاد ریاست نہیں مل جاتی تب تک اسرائیل کے لئے بھی ایک فطری ریاست کے طور پر اس طرح باقی رہنا کبھی ممکن نہیں ہوگا کہ اس کو امن وسلامتی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا اور وہ اس خطہ میں ضم ہوکر رہ سکے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اسرائیل اپنے غرور سے باز آئے، قضیۂ فلسطین کو ختم کرنے کے بجائے فلسطینیوں کو ان کے جائز حقوق سے لطف اندوز ہونے کی راہ ہموار کرے اور ایک ذمہ دار ریاست کے طور پر عالمی قوانین کی پاسداری کرے اور ان پر عمل کرکے یہ ثابت کرے کہ وہ عدل پر مبنی عالمی نظام کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنے میں سنجیدہ ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو یہ جنگ آخری جنگ نہیں ہوگی۔ اسرائیل کے ہر غرور کے لئے ایک نئی تحریک مقاومت پیدا ہوگی جو اپنے حق کی بازیابی تک خاموش نہیں بیٹھے گی۔

مضمون نگار سینٹر فار انڈیا ویسٹ ایشیا ڈائیلاگ کے وزیٹنگ فیلو ھیں

> مغرب کو معلوم ہے کہ اگر وہ اسرائیل کو اس کے غرور کی چھت سے نیچے اتارنے کی کوشش کرے گا تو خود اس کا جرم پوری دنیا کے سامنے آشکارہ ہوجائے گا اور اسی لئے وہ اسرائیل کے بجائے مزاحمتی تحریکوں کو موردالزام ٹھہراتا ہے تاکہ دنیا کی توجہ اس کے داغ دار کردار پر نہ پڑے۔

2024 کے لوک سبھا انتخابات اور مسلمان

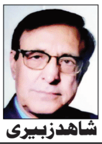

شاھد زبیری

لمحۂ فکریہ

18ویں لوک سبھا کے 2024 کے انتخابات کے نتائج نے سب سے زیادہ جس پارٹی کی امیدوں پر پانی پھیرا ہے وہ بی جے پی ہے۔ 10 سال سے بلاشرکتِ غیرے ملک پر حکمرانی کرنے والی بی جے پی میں اسے لے کر نیچے سے اوپر تک سر پھٹول جاری ہے۔ شکست کے اسباب کے الگ الگ جائزوں میں الگ الگ وجوہات سامنے آرہی ہے ایک بات ان سب جائزوں میں قدرِ مشترک کے طور پر جو ابھر کر آرہی ہے وہ یہ کہ مسلم ووٹ یکمشت طور پر بی جے پی مخالف پارٹیوں کے کھاتہ میں چلا گیا۔ سی ڈی ایس کے سروے میں بھی یہ بات سامنے آئی کہ پورے ملک میں 65 فیصد سے زائد مسلمانوں نے بی جے کے خلاف ووٹ دیا ہے جبکہ یوپی کی تصویر اور چونکا دینے والی ہے یوپی کے مسلمانوں کا 92 فیصد ووٹ بی جے پی کے خلاف گیا ہے اور انڈیا الائنس خاص طور پر سماجوادی پارٹی کے حق میں گیا ہے۔ بی جے پی کو سیٹوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ نقصان بھی یوپی میں ہوا ہے۔ یوپی کی گنگا ہی میں بی جے پی کی ارمانوں کی لٹیا ڈبودی ہے۔ سنگھ بی جے پی کے نمک خواروں میں سنگھ بی جے پی کی مسلم فرنٹائل آرگنائزیشن میں مسلم راشٹریہ منچ ہو یا مسلم الپ سنکھیک مورچہ یا بنکر مورچہ اور جماعت علماء وغیرہ وغیرہ یا وقف بورڈ اور مدرسہ بورڈ اور ان کے چیئرمین بیچارے کوئی بھی چھلی پھوڑ نہیں پائے اور مسلم ووٹوں کو بی جے پی کھاتہ میں ڈلوانا تو دور وہ ادھر ادھر ان کو تقسیم کرانے میں بھی کامیاب نہیں ہو پائے اس کا افسوس تو بی ایس پی سپریمو مایاوتی کو بھی ہے کہ بی ایس پی نے اتنے مسلمانوں کو ٹکٹ دئے بیچارے اپنی ضمانت تک نہیں بچا پائے اور مسلم ووٹ نہیں لے پائے اور بی جے پی پلس بی ایس پی پلان ناکام ہوگیا۔

سنگھ اور بی جے پی کے ہر چھوٹے بڑے لیڈر کو بھی دکھ ہے کہ 400 پار کے نعرہ کو چھونا تو دور بی جے پی کو سرکار بنانے کیلئے جتنی سیٹیں درکار تھیں وہ بھی ہاتھ نہیں لگی اور 240 پر سوئی اٹک گئی جبکہ کانگریس کی سیٹیں دوگنی ہوگئیں اور سماجوادی پارٹی نے تو یوپی میں بی جے پی کو ایسا دھوبی پاٹ مارا کہ بی جے پی کو دن میں تارے نظر آگئے۔ یوپی میں گزشتہ انتخابات کے مقابلہ بی جے پی کی سیٹیں گھٹ کر آدھی رہ گئیں۔ یوپی کے تناظر میں ہی سنگھ پریوار کے چیف موہن بھاگوت نے وزیرِ اعظم مودی کو اپنے پندو نصائح سے نوازا تھا اور مریادا کا پاٹھ پڑھایا تھا۔ بی جے پی اور سنگھ پریوار کے تھنک ٹیک مانے جانے والے سنگھ کے ترجمان انگریزی میگزین آرگنائزر کے سابق ایڈیٹر بلبیر پنج کے نزدیک تو مسلمانوں کے بی جے پی کے خلاف 'ووٹ جہاد' کی وجہ سے بی جے پی اپنے بل بوتے اکثریت پانے سے چوک گئی۔ ہندی روزنامہ جاگرن کے 20 جون کے شمارہ میں اپنے ادارتی مضمون میں وہ لکھتے ہیں کہ انتخابات کے دوران کانگریس کے سینئر لیڈر سلمان خورشید کی بھتیجی نے ایک عوامی اسٹیج سے بی جے پی کو ہرانے کیلئے ووٹ جہاد کی اپیل مسلمانوں سے کی تھی۔ ان کے بقول جن صوبوں میں بی جے پی نے ووٹ جہاد' کی وجہ سے شکست کھائی ہے یہ وہ صوبے ہیں جہاں آزادی سے پہلے پاکستان کیلئے سب سے زیادہ تحریکیں اٹھی تھیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس وقت مسلم لیگ کی حمایت کا مطلب ہی پاکستان کی حمایت کرنے جیسا تھا ان صوبوں میں بنگال، یوپی، بہار، بامبے (مہاراشٹر) وغیرہ صوبوں کے 80 سے 100 فیصد مسلمانوں نے مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا۔ اگر بلبیر پنج کی بات مانیں کہ مسلم لیگ کی حمایت اس وقت کرنا پاکستان کی حمایت کرنا تھا تو کوئی پوچھے جن سنگھ کے بانی شیاما پرساد مکھرجی بنگال کی ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ کی سرکار میں وزیر کیوں تھے کیا ہندو مہاسبھا اور شیاما پرشاد مکھرجی بھی پاکستان کے حامی تھے یہی نہیں صوبہ سندھ میں بھی ہندو مہاسبھا اور مسلم لیگ کی سرکاریں تھیں۔

بلبیر پنج اور بی جے پی اور سخت گیر ہندو تنظیموں کے ہر بڑے چھوٹے لیڈر کی زبان پر مسلمانوں سے یہ شکوہ ہے کہ مودی سرکار کی فلاحی اسکیموں کا فیض اٹھانے کے باوجود مسلمانوں نے بی جے پی کو ووٹ نہیں دیا۔ اپنے ادرتی مضمون میں بلبیر پنج بتاتے ہیں کہ مسلمانوں کی آبادی 15 فیصد سے زائد ہے اور کوشل بھارت یوجنا کے فیض یافتگان میں ان کی حصہ داری لگ بھگ 23 فیصد ہے جن دھن یوجنا میں کے 52 کروڑ سے زائد کے کھاتوں میں 42 فیصد کھاتے دار مسلمان ہیں اسی طرح وہ دیگر سرکاری اسکیموں کا ذکر کرتے ہوئے اپنی آبادی کے تناسب سے زیادہ مسلمانوں کی حصّہ داری کا احسان جتاتے ہوئے کہتے ہیں مسلم آبادی قریب 20 فیصد اور حصہ داری 24 سے 30 فیصد ان کو شکوہ ہے کہ اس کے باوجود 90 فیصد سے زائد مسلمانوں نے بی جے پی کو ہرانے کیلئے ووٹ دیا ہے۔ بلبیر پنج یا ان جیسے دوسرے بی جے لیڈروں نے یہ تو تسلیم کیا کہ ان کے ارمانوں پر پانی اگر پھرا ہے تو اس کی وجہ مسلم ووٹ رہے جو بی جے پی کے خلاف بی جے پی مخالف پارٹیوں کے کھاتہ میں چلے گئے، حالانکہ بی جے پی خاص طور مودی، امت شاہ اور یوگی کل تک 20-80 کا فارمولہ جیب میں لئے پھرتے تھے اور صاف کہتے تھے کہ ان کو مسلمانوں کے ووٹ کی ضرورت ہی نہیں۔ غیر بی جے پی پارٹیاں بھی بی جے پی کے گڑھے گئے بیانیہ کے دباؤ میں آکر مسلمانوں کا نام لیتے ہوئے ڈرتی ہیں اور مسلمانوں کا نام لیتے ہوئے ان کے لیڈروں کی زبانوں پر بھی آبلے پڑجاتے ہیں لیکن 2024 کے لوک سبھا انتخابات میں ان کی ریڑھ کی ہڈی مسلم ووٹوں کی وجہ سے مضبوط ہوئی ہے جبکہ پوری انتخابی مہم میں مسلمانوں کے مسائل کا ان پارٹیوں نے ذکر کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔ یہی رویہ ٹکٹوں کی تقسیم میں دکھائی دیا۔ سماجوادی پارٹی جو کل تک ایم وائی کے فارمولہ پر انتخاب لڑتی رہی اس مرتبہ اس کے PDA فارمولہ کے تحت ٹکٹ بھی پسماندہ ہندو برادریوں کے کھاتے میں گئے مسلمانوں کے حصّہ میں کم آئے جبکہ کامیابی میں بڑا کردار مسلم ووٹوں کا رہا جیسا کہ سی ڈی ایس کے جائزے میں سامنے آیا ہے۔ بی جے پی حلقوں کی طرف مسلم ووٹوں کے بی جے پی مخالف ہونے کا تو صاف طور شکوہ بھی کیا جارہا ہے اور ناراضگی بھی جتائی جارہی ہے کہ مودی سرکار کے اتنے احسانات کے باوجود مسلمانوں نے بی جے پی کے خلاف ووٹ دیا جس کی وجہ سے بی جے پی کمندلبِ بام کو چھوتے چھوتے رہ گئی۔ بقول بلبیر پنج کہ آزادی سے پہلے گاندھی، نہرو اور پٹیل مسلمانوں کا دل جیت نہیں پائے تو مودی، شاہ اور یوگی کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔ وزیراعظم مودی نے مسلمانوں کے بارے جس طرح کی گندی اور گھٹیا زبان استعمال کی ان کی جو تصویر پیش کی پھر بھی بی جے پی کو یہ امید کیوں تھی کہ مسلمان بی جے پی کو ووٹ دیں گے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلم نوجوان جیلوں میں ڈالے جائیں، یکساں سول کوڈ، سی اے اے اور این آر سی تلوار بھی ان کے سروں پر لٹکائی جائے، ان کے گھروں مدرسوں اور مساجد پر بلڈوزر چلائے جائیں، گھروں کے فریج کھنگالے جائیں پھر بھی بی جے پی کو مسلمانوں کے ووٹوں کی آس۔ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا۔ شکر ہے کہ مسلم ووٹوں کی اہمیت کا اعتراف تو بی جے پی نے کیا۔ بی جے پی مخالف پارٹیوں نے تو اس کا اعتراف تک نہیں کیا نہ ایسا کوئی ان کا بیان سامنے آیا۔ غیر بی جے پی پارٹیاں یہ سمجھ بیٹھی ہیں کہ مسلم ووٹ ہمارے سوا آخر کس کے کھاتہ میں جائے گا گویا کہ بی جے پی کو ہرانے اور سیکولرزم کی ڈولی کا کہار بننے کی ذمہ داری صرف مسلمانوں کے سر رہ گئی ہے۔ گزشتہ اسمبلی انتخابات میں بھی مسلمانوں نے یکمشت سماجوادی پارٹی کو ووٹ دیا تھا اور بغیر کسی ایجنڈہ اور بغیر کسی شرط کے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ ملک کے موجودہ سیاسی تناظر میں مسلم سیاسی جماعت کی ضرورت ہے یہ بے وقت کی راگنی ہے۔ ہاں جو مہلت بچی ہے اس کا تقاضہ ہے کہ تعلیمی اور معاشی میدانوں میں مسلمان آگے بڑھیں، مذہبی اور عصری تعلیم میں توازن کا خیال رکھتے ہوئے تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں، کونسلنگ گروپ بنائے جائیں، مسلم نوجوانوں کو مسابقہ جاتی امتحانات خاص طور جوڈیشیری، پولیس اور سول سروسز کی تیاری پر توجہ اور ترغیب دلائی جائے اس کے مواقع مہیّا کرائے جائیں اور اسی کے ساتھ ساتھ سیاسی محاذ بھی خالی نہ چھوڑا جائے اور سوجھ بوجھ کے ساتھ اسی طرح سیاسی حیثیت منوائی جائے جیسا 2024 میں منوائی ہے۔

zuberi019@gmail.com

> غیر بی جے پی پارٹیاں بھی بی جے پی کے گڑھے گئے بیانیہ کے دباؤ میں آکر مسلمانوں کا نام لیتے ہوئے ڈرتی ہیں اور مسلمانوں کا نام لیتے ہوئے ان کے لیڈروں کی زبانوں پر بھی آبلے پڑجاتے ہیں لیکن 2024 کے لوک سبھا انتخابات میں ان کی ریڑھ کی ہڈی مسلم ووٹوں کی وجہ سے مضبوط ہوئی ہے جبکہ پوری انتخابی مہم میں مسلمانوں کے مسائل کا ان پارٹیوں نے ذکر کرنا بھی گوارا نہیں کیا۔

روزنامہ راشٹریہ سہارا
ROZNAMA RASHTRIYA SAHARA MUMBAI

نیٹ یو جی امتحان کا تنازع

نیٹ یو جی امتحان میں مبینہ دھاندلی، پیپر لیک اور ایک ہی سینٹر کے نصف درجن طلبا سمیت 67 امیدواروں کا 720 میں سے 720 نمبر آنے کا معاملہ اتنا ہنگامہ خیز ہوگا اور طول پکڑے گا، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سرکار یکے بعد دیگرے اقدامات کرتی جارہی ہے اور ہنگامے و مظاہرے میں کوئی کمی نہیں آرہی ہے۔ کمی بھی کیسے آئے، جب یہ معاملہ امتحان میں بیٹھنے والے نہ صرف 24 لاکھ طلبا کے مستقبل سے جڑا ہوا ہے، بلکہ اس میں ان کے کنبے کو شامل کرلیا جائے، تو متاثرین کی تعداد ایک کروڑ تک پہنچ جائے گی۔ ان کے علاوہ ملک بھر میں نیٹ کی تیاری کرانے والے کوچنگ سینٹروں کا مستقبل بھی داؤ پر لگا ہوا ہے، کیونکہ نتائج کچھ اس طرح آئے ہیں کہ بڑے بڑے کوچنگ سینٹروں کے بچے ٹاپر کی فہرست میں نہیں ہیں۔ اس سے ان کی امیج اور ریکارڈ خراب ہو رہا ہے۔ امسال داخلہ کیلئے آنے والے طلبا کو اپنی کارکردگی دکھانے کیلئے ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ ایک امتحان کا اثر کتنے امتحانات پر پڑ گیا۔ اگرچہ نیٹ یو جی امتحان منسوخ نہیں ہوا، لیکن یو جی سی نیٹ کا امتحان ہونے کے بعد منسوخ ہوگیا، جبکہ این سی ای ٹی، سی ایس آئی آر یو جی سی نیٹ اور نیٹ پی جی کے امتحانات اگلے حکم تک ملتوی کر دیئے گئے۔ ان تینوں امتحانات کی تاریخوں کا اعلان بعد میں کیا جائے گا۔ ان چاروں امتحانات کیلئے جتنے طلبا نے فارم بھرے تھے، وہ سبھی غیر یقینی کیفیت کے شکار ہیں۔ مرکزی حکومت الگ پریشان ہے۔ ہر دن نیٹ یو جی امتحان میں مبینہ گڑبڑی کو لے نیا نیا فیصلہ کر رہی ہے۔ سرکار نے نیشنل ٹیسٹنگ ایجنسی (این ٹی اے) کے ڈائریکٹر جنرل سبودھ کمار کو ہٹا کر ان کی جگہ ریٹائرڈ آئی اے ایس افسر پردیپ سنگھ کھرولا کو ذمہ داری سونپ دی۔ پہلے این ٹی اے کی کوئی غلطی نہ ماننے والے مرکزی وزیر تعلیم دھرمیندر پردھان نے بھی تسلیم کیا کہ ایجنسی میں اصلاح کی ضرورت ہے اور اصلاح کیلئے اسرو کے سابق چیئرمین ڈاکٹر کے رادھا کرشن کی سربراہی میں 7 رکنی اعلیٰ سطحی کمیٹی تشکیل دے دی، پھر نیٹ یو جی امتحان میں سب سے بڑے الزام مبینہ پیپر لیک کی انکوائری سی بی آئی کو سونپ دی، جس کی مانگ سپریم کورٹ میں داخل عرضیوں میں بھی کی گئی۔ مظاہرہ کرنے والے طلبا اور اپوزیشن پارٹیوں کے لیڈران بھی کر رہے تھے۔ سی بی آئی نے پہلی ایف آئی آر بھی درج کرلی۔ اب صرف نیٹ یو جی امتحان کو منسوخ کرنے کا سب سے بڑا مطالبہ رہ گیا ہے، جس پر نہ حکومت تیار ہے اور نہ سپریم کورٹ میں اس معاملہ میں کوئی پیش رفت ہوئی ہے۔ نیٹ یو جی امتحان تنازع میں سرکار اپنے طور پر الگ قدم اٹھا رہی ہے اور سپریم کورٹ و ملک کے متعدد ہائی کورٹوں میں الگ اس کا معاملہ چل رہا ہے۔ این ٹی اے نے سپریم کورٹ میں ایک عرضی داخل کرکے ہائی کورٹوں میں داخل تمام عرضیوں کو یکجا کرنے کی مانگ کی ہے۔ وقت کے ساتھ خود سپریم کورٹ میں اب تک 5 عرضیاں داخل کی جاچکی ہیں، جن میں سے ایک معاملہ کو ابھی تک نمٹایا گیا ہے، جو امتحان میں گریس مارکس پانے والے 1563 امیدواروں سے متعلق ہے۔ این ٹی اے نے اپنی غلطی مان لی، ان کے گریس مارکس ختم کردیئے گئے اور دوبارہ امتحان لیا گیا، ان کے نتائج 30 جون کو آئیں گے، تاہم سپریم کورٹ نے کونسلنگ پر روک لگانے سے انکار کر دیا، جو 6 جولائی سے شروع ہوجائے گی، البتہ کورٹ نے یہ بات کہی ہے کہ اگر امتحان کو منسوخ کیا جاتا ہے، تو کونسلنگ اور اس کی بنیاد پر ہونے والے داخلے سبھی منسوخ ہوجائیں گے۔ بہر حال 8 جولائی کو پھر سے معاملہ کی سماعت ہوگی۔ فی الحال سرکار نے اپنے تیور دکھا دیئے کہ وہ نیٹ یو جی امتحان کو منسوخ کرنے کے حق میں نہیں ہے، لیکن طلبا اور کوچنگ سینٹرز اس سے کم پر تیار نہیں ہیں۔ پارلیمنٹ کا اجلاس شروع ہونے پر یہ معاملہ اور بھی گرم ہوسکتا ہے، کیونکہ اپوزیشن پارٹیاں زوردار طریقے سے اسے پارلیمنٹ میں اٹھائیں گی اور حکومت کو گھیرنے کی کوشش کریں گی۔

نیٹ یو جی کا معاملہ آگے کس رخ پر جائے گا، یہ بہت حد تک سپریم کورٹ میں سماعت پر منحصر ہے۔ فی الحال حکومت بیک فٹ پر دباؤ میں نظر آرہی ہے۔ وہ طلبا کی ناراضگی دور کرنے اور انہیں خاموش کرنے کیلئے مسلسل ہتھکنڈے استعمال کر رہی ہے۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ملکی سطح پر ہونے والے بڑے بڑے ٹیسٹ میں طلبا کے جتنے بڑے بڑے عزائم ہوتے ہیں اور وہ جتنی محنت کرتے ہیں۔ امتحانات کے وقار اور ان پر بھروسہ کو برقرار رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہ صرف نوجوانوں کے مستقبل کا نہیں، ملک کے مستقبل کا بھی سوال ہے۔ ایک بار بھروسہ اٹھ گیا تو دوبارہ قائم کرنا آسان نہیں ہوگا۔

edit2sahara@gmail.com

آئینہ

جس کو کہتے ہیں علم کی دولت
آج محتاج ہے سوالوں کی
نقل والوں کو مل گئی ڈگری
کیوں ہوئی ہار عقل والوں کی

جاوید مشیری

مراسلات

مراسلہ نگار کی رائے سے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

تباہ ہوتا نظام امتحان اور ملک کا مستقبل

مکرمی! امتحان خواہ مقابلہ جاتی ہو یا صلاحیت کی قدر پیمائی کا، ممتحن، منتظم، نگراں، معائنہ کار اور امیدوار سبھوں سے مطلوبہ مقررہ امتحانی اخلاقیات و اصول کی 100 فیصد پاس داری کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی لیے پوری دنیا کے ماہرین تعلیمات کی نظر میں متفقہ طور پر یہ بات مسلم ہے کہ کسی ملک نظام امتحان کی خرابی اس ملک کے سبھی باشندوں کی بے رحم ہمہ جہت تباہیوں کا پیش خیمہ اور تمہید ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ملک ہندوستان میں بھی تعلیمی انحطاط کا چلن عام اور مقابلہ جاتی و اہلیتی امتحانات کے تئیں بددیانتی کا سلسلہ رائج ہو چکا ہے۔ امتحانات کی اخلاقیات کو طرح طرح سے تباہ کرنے کی منحوس کوششیں کی جارہی ہیں جس کے نتیجے میں بعض امتحانات کالعدم قرار دیے جاتے ہیں اور ان کے دوبارہ انعقاد کے باب میں تاریخ پر تاریخ کے اعلانات کرکے خواہ مخواہ کی ناقابل برداشت تاخیر کی پریشانیوں سے صالح امیدواروں کو دوچار کیا جاتا ہے۔ 5 مئی 2024 کو میڈیکل کورسز میں داخلہ کے لیے لیے جانے والے امتحان یو۔جی نیٹ (UG-NEET) کے سوالات کی خرید و فروخت اور بعض مراکز امتحانات پر ہونے والی اعلیٰ سطحی خیانت کاری اور 4 جون 2024 کو آنے والے اس کے نتائج کی نمبراتی گڑبڑی نے پورے ملک کو نئی نوعیت کے مظاہروں اور دھرنوں سے دوچار کردیا ہے، ٹی وی چینلوں کو ایک نئی نوعیت کے دنگلوں میں تبدیل کر دیا ہے، چوروں اور اچکوں کو اہل اور خودداروں اور صلاحیت مندوں کو نااہل قرار دے کر ملک کی ہزاروں سیٹوں کو ناانصافی کے الاؤ کے حوالے کر دیا ہے۔ اس آگ پر تیل چھڑکنے کا کام قومی جانچ ایجنسی کے ہی زیر اہتمام منعقد ہونے والے یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے قومی اہلیتی امتحان کے انعقاد کی بابت ہونے والی بڑی بددیانتی کے واقعے نے کیا۔ چنانچہ 18 جون 2024 کو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے نیٹ کا امتحان بھی بعد میں صرف اس لیے رد کردیا گیا کہ اس کے سوالات پہلے سے ہی لیک ہو چکے تھے اور لاکھوں محنتی طلبا کے ساتھ ناانصافی کا شائبہ تھا۔ [illegible]

احتجاج کرنے والی طالبات کا مطالبہ ہے کہ عدالت عظمیٰ کی نگرانی میں این ٹی اے کے جرائم کی جانچ اور تفتیش کی جائے، این ٹی اے کو فوری طور پر بند کردیا جائے۔ اس ادارے نے آرمی اسکول، متعدد قومی [illegible] کے موقر وزیر دھرمیندر پردھان اور وزیراعظم نریندر مودی 5 مئی 2024 کو منعقدہ قومی اہلیتی مع داخلہ امتحان (نیشنل ایلیجبلٹی کم انٹرنس ایگزام) کو کالعدم قرار دے دیں جس طرح قومی اہلیتی امتحان یو جی سی نیٹ کو فوری طور رد کردیا گیا ہے۔ دوبارہ یو۔جی۔ نیٹ اور یو جی سی نیٹ کے امتحانات نہایت رازدارانہ انداز میں امتحانات کی مطلوبہ اخلاقیات کو برقرار رکھتے ہوئے قومی سطح پر نہ سہی [illegible]

محمد شفاء اللہ صدیقی
سری نگر

نوٹ: ادارتی صفحے پر شائع مضامین میں مضمون نگاروں کے ذریعہ ظاہر کی گئی آراء ان کی ذاتی ہیں اور ادارہ ان سے کسی بھی طرح سے ذمہ دار نہیں ہے۔

سہارا انڈیا ماس کمیونی کیشن کیلئے پرنٹر و پبلشر ضیاء قادری نے نیو ملینیئم پرنٹرس، 14 اے سیتارام مل کمپاؤنڈ بی آر بوریچا مارگ ممبئی 011 400 میں چھپواکر، سہارا انڈیا پریوار، 98 اٹلانٹا بلڈنگ، 9ویں منزل، نریمن پوائنٹ، ممبئی 400021 سے شائع کیا۔
Published & Printed by Zia Qadree on behalf of sahara India Mass communication and Printed at New Millennium Printers, 14 A Sitaram Mill compund B R Boricha Marg Mumbai 400 011 and Published from Sahara India Pariwar 98, Atlanta Building, 9th Floor, Nariman Point, Mumbai- 400021
ایڈیٹر اینڈ گروپ ایڈیٹر: عبدالماجد نظامی ■ ریزیڈنٹ ایڈیٹر: محمد معراج انور* Editor & Group Editor: Abdul Majid Nizami (editor.nizami@gmail.com) Resident Editor: Mohd. Meraj Anwer
For Editorial/News: rsahara1@gmail.com, editor. saharaurdumedia@sahara.in ■ Advertesment (National): ■ 9891773434, 9899452476 , Email : adsahara@gmail.com
ٹیلی فون نمبر ممبئی آفس: 022_42931881، شعبہ اشتہارات و سرکولیشن: 9967654052، www.roznamasahara.com
واٹس ایپ نمبر: 7304132670
سال: 18 شمارہ نمبر: 5709
R.N.I.No.MAHURD/2006/20783 Roznama Rashtriya Sahara (MUMBAI) Regd: UP/BR/GZB-208/2015-17
* اس شمارہ میں شامل شائع شدہ تمام خبروں کے انتخاب اور ایڈیٹنگ کیلئے ذمہ دار
ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں